

اسلام میں معذوروں اور مجبوروں کے حقوق

جناب ڈاکٹر احمد سیاح صاحب پروفیسر راجی یونیورسٹی

۱۔ پہلے یہ کہ ایک خدا پر ایمان لایا جائے اور اُس کی خوشنودی کے لیے سب کچھ کیا جائے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ہر انسان آپس میں بھائی بھائی اور برابر ہے۔ وہ اشرف المخلوقات ہے اور احسن تقویم ہے۔ چھوٹے بڑے کا تصور ذات پات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ نیکی اور مصلحتی کی بنیاد پر ہے۔ قرآن مجید کے لفظوں میں:

”اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تقسیم کیا مختلف نسل اور قبائل میں، تاکہ تم پہچانے جا سکو۔ تم میں برگزیدہ اور معزز نہ وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔“

اسی بات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کہا ہے:

”خدا کی قسم تمام مخلوق ایک کنبہ ہے۔ خدا سب سے زیادہ اس سے محبت کرتا ہے جو خدا کی مخلوق سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔“

ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ:

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی

ہیں۔“

اسلام نے توحید اور اخوت و مساوات نیز عظمتِ آدم پر سب سے زیادہ توجہ دیا

ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی انسان خواہ وہ جسمانی اعتبار سے معذور ہو یا مالی حیثیت سے پریشان و مفلوک الحال اس کی مدد کرنا ایک اچھے اور سچے انسان کا فرض ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس طرح کی بیسیوں آیتیں اور اقوال درج ہیں جن میں معذورین کی مدد اور خدمتِ خلق کی تاکید کی گئی ہے۔ مثلاً:

۱۔ ”وہ لوگ جن کے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہے“ (المعارج)

۲۔ ”اور یتیموں کی نگہداشت کرو یہاں تک کہ وہ سنِ نکاح کو پہنچ جائیں۔“

۳۔ ”صدقات (یعنی خیرات و زکوٰۃ) صرف فقراء و مساکین اور گاہ پریشانان

صدقات اور ان کے لیے ہیں جن کی تالیفِ قلب ضروری ہے اور غلاموں کے

آزاد کرنے میں اور قرض داروں اور مجاہدین، مسافرین کی مدد میں بھی یہ صدقات

صرف کرنے چاہئیں۔“ (التوبہ)

اسی طرح والدین، قرابت داروں، عورتوں، بچوں اور کمزوروں کی خدمت اور

مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ایک اصولی بات اس طرح کہہ دی گئی ہے:

۴۔ ”اور نیکی و خیر کے کاموں میں تعاون کرو اور معصیت و جہود میں تعاون

نہ کرو۔“ (المائدہ)

یہاں نیکی کے کاموں میں دین دھرم اور ذات پات کے مہید بھاؤ کو بالکل مٹا

دینے کا حکم ہے۔ اس بات کو قرآن نے ایک اور جگہ تفصیل سے کھول کر بتا دیا ہے۔

۵۔ ”تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ

کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن

سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی اور رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو

کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لوگوں کے ساتھ غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں

ہوں احسان کا معاملہ رکھو۔“

۶۔ مومن ایسا نہیں ہوتا کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اُس کا پڑوسی جو

اُس کے پہلو میں رہتا ہو، بھوکا رہے۔“ (حدیث مشکوٰۃ، ابن عباسؓ)

اسی لیے بعض ائمہ و فقہاء خصوصاً امام ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ کسی محلہ میں کوئی شخص بھوکا مر جائے تو اس کے پڑوسیوں پر قتل کا مقدمہ قائم کیا جائے گا۔

اس طرح بیسیوں آیتیں اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن میں کھل کے مجبوروں، بے کسوں اور معذوروں کی مدد کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پورے قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے کہ غریبوں کے علاوہ سرمایہ داروں کی پاسداری اور ان کی دولت پر پردہ ڈالنے کی کوئی بات کہی گئی ہو، بار بار یہی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ دولت ایک جگہ جمع نہ ہونے پائے۔ اسے غریبوں اور محتاجوں میں ہمیشہ تقسیم و تقسیم ہوتے رہنا چاہیے۔

اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی ان نظریاتی بنیادوں پر اسلامی سوسائٹی میں اس کی عملی شکلیں (PRACTICAL SHAPES) کس طرح سامنے آئیں۔ اس عملی رُخ کے مطالعہ کے لیے پہلی بات تو یہ جان لینا چاہیے کہ قرآن اور اسلام نے سود کو قطعاً حرام قرار دے دیا ہے۔ اس کے بجائے غریبوں اور معذوروں کی خدمت کے لیے عبادت کے جو طریقے اور ادارے قائم کیے ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ زکوٰۃ۔ (ہر صاحب نصاب پر ڈھائی فیصد ٹیکس بشکل عبادت)
- ۲۔ عشر۔ (بغیر آب پاشی کی پیداوار پر ۱۰٪، اور آب پاشی کے بعد ۱۰٪)
- ۳۔ فطرہ
- ۴۔ خمس۔ (مالِ غنیمت میں سے)
- ۵۔ وراثت
- ۶۔ صدقات (مختلف قسم)
- ۷۔ اوقاف وغیرہ

عبادات کے ان طریقوں پر رسول کریم کے زمانے سے لے کر آج تک پوری اسلامی دنیا میں عمل درآمد ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں عرب جیسا بنجر اور غریب علاقہ مال مال ہو گیا ہے۔ اور رسول اللہ کے چند برسوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تو یہ حالت ہوئی کہ زکوٰۃ اور غیرت لینے والا بمشکل ہی نظر آتا تھا۔ آج بھی اس گئے گزرے دور

میں اسلامی دنیا کی کئی بین الاقوامی یونیورسٹیاں، آن گنت مدارس، وفاہی ادارے، ہسپتال اور معذوروں کی پناہ گاہیں انہی مدت سے چل رہی ہیں اور جن سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی جنس نہیں رکھی گئی ہے۔ شاید اسی لیے مشہور فلسفی اور شاعر ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک موقع پر مسلمانوں سے ایک خاص انداز میں کہا تھا کہ:

”تم جس دین کے علمبردار ہو وہ فرد کی قدر و قیمت کو تسلیم کرتا ہے اور اُس کی اس طرح سے تڑبیت کرتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ خدا اور بندوں میں صرف کر دے۔ اس دینِ قیم کے مضمرات ابھی ختم نہیں ہوئے۔ یہ دین اب بھی ایک نئی دُتیا بیدار کر سکتا ہے، جس میں غریب، امیر سے ٹیکس وصول کریں، جس میں انسانی سوسائٹی معذوروں کی مساوات پر نہیں بلکہ رُوح کی مساوات پر قائم ہو۔“

یہ بات شاعرانہ فلسفیانہ رنگ میں نہیں کہی گئی ہے بلکہ خود قرآن کا کہنا ہے کہ:

”مسلمانوں نے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے ہاتھوں جنت کے عوض بیچ دیا ہے۔“

ایسی صورت میں ایک سچے مسلمان کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کی امانت ہے اور جہاں جہاں جس مد میں اُس نے جس کا جو حصہ مقرر کر دیا ہے، اُسے بہر حال ادا کرنا ہے۔ یہاں ادائیگی کے آداب بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں کہ جو کچھ دینا ہے محض خوشنودٹی رت کے لیے، کسی برا احسان جتنا ہے یا کسی غریب اور معذور پر رعب قائم کرنے کے لیے نہیں۔ قرآن ہی نے ایک جگہ اس کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے:

”اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اُس شخص کی طرح خاک میں نہ ملاؤ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان مٹی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی مٹی۔ اسی پر جب زور کا مینہ برسے تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے

نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔
انہی اصول و آداب نے نہ صرف عربوں بلکہ عربوں کے ساتھ جہاں جہاں اسلام پہنچا
وہاں کی کاپیٹ ہو گئی۔

اب آخری بات صرف یہ رہ گئی ہے کہ اسلام کی ان نظری و عملی ہدایتوں کی بنیاد پر
اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت بھی ملتا ہے یا نہیں۔ میں یہاں طوالت سے بچنے کے لیے
ہر اہم دور کے چند مشہور واقعات، اوقات اور ان کے طریق کار کی وضاحت کروں گا جس
سے بخوبی یہ اندازہ ہو سکے گا کہ خدمتِ خلق، رفاہ عام اور معذوروں کی بہر صورت مدد اور
خدمت کی کیسی کیسی مثالیں اسلامی تاریخ نے قائم کیں۔ تو سب سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضورؐ نے زندگی بھر غریبوں، غلاموں اور یتیموں
کی جس طرح خدمت کی، اس سے تاریخ و سیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہاں سرف ایک بات
عرض کر دوں کہ ان خدمات کے علاوہ آپؐ نے سات باغ غربا، فقراء، مساکین اور مجاہدین
کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہاں یہ واضح کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ عرب جیسے علاقے میں
باغ، کنوؤں، چشموں، مویشیوں اور غلوں کو آج سے بارہ، چودہ سو برس پہلے جو اہمیت حاصل
تھی، اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ آج بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہی چیزیں خوشحالی، عیش و عشرت
دولت و معرت اور زندگی کا دار و مدار تھیں۔

رسول اللہ کے بعد جب حضرت حفصہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ
وغیرہ نے جس طرح قیمتی جائیدادیں، باغات اور کنوئیں خدمتِ خلق کے لیے وقف کیے تاریخ
کی کتابیں ان کی تفصیل سے بھری ہوئی ہیں حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں شیر خوار
بچوں، بوڑھے مردوں، عورتوں اور معذوروں کے وظائف کا جو نظام قائم کیا تھا،
وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ بوڑھے یہودی کا واقعہ تو زبان نہ دعاء ہے کہ اس کو
بھیک مانگتے دیکھ کر آپؐ نے بلا امتیاز مذہب و ملت تمام بوڑھوں اور یتیموں کا
وظیفہ مقرر کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کی عام ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک کنواں (بیرہ مہر)

۳۵۰۰۰/- درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ امارت میں سالانہ چالیس ہزار کی ایک بڑی جائیداد خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بارے میں تاریخ گواہ ہے کہ مختلف اوقات میں آپ نے ایک بار پانچ سو اونٹ، دوسری دفعہ ایک ہزار گھوڑوں اور تیسری بار سچاس ہزار کی ایک قیمتی جائیداد اور ایک بار چار لاکھ کا نہایت عمدہ باغ ضرورت مندوں کے لیے وقف کر دیا۔ غرض صلاحیتِ خدمتِ خلق اور کمالِ خیر کی ایک فضا بن گئی تھی۔ امام ابن الجوزی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اُس زمانے میں لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ فقیروں، غریبوں اور محتاجوں سے جو لوگ اپنے مال کو روکیں گے اُن کا مال مختلف جیلوں اور تدبیروں سے اہلِ اقتدار اور حکامِ زمانہ حاصل کر لیں گے۔ چنانچہ تعجبی پیشہ لوگوں نے اپنے مال کو ہر سال تین حصوں میں تقسیم کر لینے کی ایک عادت بنا لی تھی۔ ایک حصہ اپنے مصرف میں لاتے دوسرے حصے سے رشتہ داروں اور قرابت داروں کی خدمت کرتے اور تیسرا حصہ غریبوں، مسکینوں اور معذوروں کے لیے وقف کر دیتے۔ غلاموں کو آزاد کرانا، غریب لڑکے لڑکیوں کی شادی کر دینا، مفروضوں کا قرض ادا کر دینا اور ایاہجوں، یتیموں، بیواؤں اور مفلوک احوالوں کی پرورش اور علاجِ معالجے پر اپنے مال کو صرف کرنا اس زمانے کا فیشن بن گیا تھا، اسپتالوں، یتیم خانوں، مدرسوں کی تعمیر، قحط کے زمانے میں روٹیوں کی تقسیم، رمضان اور حج کے زمانے میں عوام کی پیش از پیش خدمت کا چلن عام تھا۔

(باقی)